

مُفَنِّت

اندھیرے

37

سے  
اُجالے  
کئے طرف

علامہ عبدالحکیم شرف قادری

جاری ہے کردہ

معیت اشاعت ایسٹ (پاکستان)

مفت سلسلہ اشاعت ۳۷

# اندھ کیڑ

سے

## اُحْکَا

کی طرف

مصنف

علامہ عبدالحکیم شرف قادری

شائع کردہ: جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھا در کراچی



## حرف آغاز

مرکزی انجمن اشاعت الاسلام کا مفت سلسلہ اشاعت کے تحت شائع کردہ کتابچہ اندھیرے سے اجالے کی طرف۔ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کتابچہ میں علامہ عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی نے بد مذہبیوں کی جانب سے شائع کردہ ایک چار ورق پمفلٹ عقائد جماعت بریلویر رضویہ کا بڑے احسن طریقہ سے تہلیل اور جامع جواب دیا ہے بد مذہبیوں کی جانب سے وقتاً فوقتاً ایسے شرانگیز پمفلٹ جو صرف و صرف جھوٹ و دروغ پر مبنی ہوتے ہیں ایک باقاعدہ سائرس کے تحت شائع کئے جاتے ہیں انکا مقصد عوام کو علمائے حقہ اہلسنت والجماعت کی جانب رجوع کرنے سے روکنا اور انکے ہارے میں بدظن کرنا ہوتا ہے۔ لہذا اسادہ لوح عوام کی رہنمائی کیلئے اور اظہار حق کے واسطے ان کا جواب دیکر شائع کرنا بھی ضروری ہے قارئین سے درخواست ہے کہ تعصب سے بالاتر ہو کر اس کتابچہ کا مطالعہ کریں۔ انشاء اللہ حق واضح ہو جائے گا۔ آمین!

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی

۷۸۶  
الحمد لله رب العالمین

ان دنوں چار صفحے کا ایک پفلٹ "عقائد جماعت بریلویہ رضویہ" بڑی تعداد میں ملک بھر میں تقسیم کیا جا رہا ہے جس میں غلط بیانی اور دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے علماء اہل سنت پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی گئی ہے یہ اشتعال انگیز کارروائی عین اس وقت کی جا رہی ہے جبکہ داخلی اور خارجی سازشوں کے ذریعے ملک پاک کے امن و سکون کو درہم برہم کرنے کی مذموم کوششیں جاری ہیں۔ اس قسم کے لٹریچر سے امن و امان کی صورت حال بحال کرنے میں قطعاً مدد نہیں مل سکتی اور نہ ہی اسے ملکی سلامتی کے لئے نیک فال قرار دیا جاسکتا ہے۔

بعض ارباب علم و دانش کے نزدیک اس قسم کے بیڑہ پروپیگنڈے کو نظر انداز کر دیا چاہئے جبکہ بعض احباب کی رائے یہ ہے کہ حقیقت حال کا اظہار ضروری ہے تاکہ سادہ لوح مسلمان کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ آئندہ سطور میں مختصر طور پر ان الزامات کے پیرے سے نقاب ہٹایا جاتا ہے۔

① ایک حدیث کا ترجمہ نقل کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت سے پہلے تین رجال پیدا ہوں گے جن میں سے المسیہ، "العنسی" اور "المختار" ہیں۔  
ادھر مولانا احمد رضا خاں صاحب کا ایک نام "المختار" ہے۔ ہم رضا خانیوں سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بتادیں کہ ان کے نزدیک اس حدیث میں "المختار" سے مراد کون ہے؟ (پفلٹ)

تنبہ ہے کہ جن لوگوں کے نزدیک غیب کا علم کسی نبی کو دیا گیا اور نہ ولی کو







شریف اس طرح پڑھتا ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَمَوْلَانَا  
اَسْوَدَ عَلٰی اس نے اپنے مکتوب میں لکھا کہ زبان میرے قابو میں نہیں ہے بجائے  
اس کے کہ جواب میں اسے توبہ استغفار کی تلقین کی جاتی، تھانوی صاحب اسے  
لکھتے ہیں :

”اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعون  
تعالیٰ تابع سنت ہے“

(الامداد، ماہ ستمبر ۱۳۳۹ھ، امداد المطالع تھانوی بھون ص ۳۵)

الذاکبر! اس کے باوجود انہیں اصرار ہے کہ حدیث شریف میں جس 'الختار'  
کا ذکر ہے اُس سے مراد احمد رضا خان ہیں، کیا اس لئے کہ ان کے رشتہاتِ قلم  
قمر الدیان علی مرتد بجا دیان، السور والعقاب، جزائر اللہ عدوہ وغیرہ رسائل و  
فتاویٰ نے مخالفینِ ختم نبوت کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کر رکھا ہے؟

(۵) علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی، امام ابوعلیٰ کی اس روایت نقل  
کرنے کے بعد سید کذاب، اسود غسی وغیرہ کے ظہور کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

ثم كان اول من خرج بعد هذا المختار

بن ابي عبيد الثقفي ----- ثم من له الشيطان

فادعى النبوة وسمي عماد جبريل ياتيه -

اشرح المصابيح اللدنية، مطبوعہ مصر ۱۲۹۲ھ، ج ۷، ص ۱۲۶۵

”پھر ان کے بعد پہلا شخص مختار بن ابی عبید ثقفی تھا، شیطان نے اسے ہنر  
بانع دکھائے تو اُس نے نبوت کا دعوے کر دیا اور کہا کہ میرے پاس  
جبریل امین آتے ہیں۔“

حضرت اسماء بنت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حجاج بن یوسف



کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قبیلہ  
ثقیف میں ایک کذاب ہوگا اور ایک خونخوار کذاب تو ہم دیکھ چکے۔ جہاں تک خونخوار کا  
تعلق ہے تو میری رائے میں وہ تم ہی ہو۔ (مسلم شریف عربی، مکتبہ شیعہ دہلی، ج ۲، ص ۳۱۲)  
امام نووی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:-

”حضرت اسماعیل کا یہ فرمان کہ کذاب تو ہم دیکھ چکے، اس سے اُن کی مراد  
الحضار بن ابی عبیدہ ثقفی ہے، وہ سخت جھوٹا تھا، اس کا بدترین بھوٹ،  
اس کا یہ دعوے تھا کہ جبریل امین علیہ السلام اس کے پاس آتے ہیں۔  
علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس جگہ کذاب سے مراد الحضار بن ابی عبیدہ  
اور یسیر (خونخوار) سے مراد حجاج بن یوسف ہے۔“

(شرح مسلم، ج ۲، ص ۳۱۲)

② کہتے ہیں امام احمد رضا صاحب کا رنگ بہت سیاہ تھا اور خاص  
کے مخالفین ان کو اس رو سیاہی پر غار دلایا کرتے تھے۔ (ماخوذ از البریلوی (پبلش)  
جن لوگوں کے دل عشق رسالت سے محرومیت کے سبب سیاہ ہو چکے تھے انکی  
نگاہوں کا اندھیلہ تھا جسے انہوں نے امام احمد رضا بریلوی کے رنگ کی سیاہی سے تعبیر کر دیا۔  
ڈاکٹر عابدہ امجد علی، سابق مہتمم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری، لاہور، اپنا  
مشاہدہ بیان کرتے ہیں:-

”حضرت والا (امام احمد رضا بریلوی) بلند قامت، خوب رو اور سرخ و سفید  
رنگ کے مالک تھے، ڈارمھی اس وقت سفید ہو چکی تھی مگر نہایت خوبصورت تھی۔“  
(مقالات یوم رضا، رضا اکیڈمی، لاہور، ج ۳، ص ۸)

مشہور ادیب اور نقاد نبیاز فتحپوری نے آپ کی زیارت کی تھی، وہ لکھتے ہیں:-  
”اُن کا نورِ علم ان کے چہرے بشرے سے ہو دیا تھا، فرد تنی خاکساری



کے باوجود ان کے دُشمنے زیبا سے حیرت انگیز حد تک رعب ظاہر ہوتا تھا۔  
 (پروفیسر محمد سعید احمد، اختتامیہ خیابانِ صفا، طبع لاہور، ۱۹۷۱ء)  
 پھر لطف کی بات یہ کہ اس جھوٹ کے لئے بدنام زمانہ کتاب البریلویہ کا حوالہ دیا گیا ہے جس میں افترا پر ازبویں کا طواریق باندھ دیا گیا ہے اور جواب اہل علم کے ہاں کسی وقعت کی حامل نہیں ہے۔ البریلویہ کا جواب اندھیرے سے اجلے تک کے نام سے چھپ چکا ہے۔

(۳) احمد رضا خاں نے وفات سے ۲ گھنٹے، ۱ منٹ پہلے یہ وصیت کی کہ سب محبت اور اتفاق سے رہو اور حتیٰ امکان (حتیٰ الامکان) استیلاع شریعت نہ چھوڑو (نہ چھوڑو) اور میرا دین جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ (وصایا شریف ص ۱۱۱) (مفصلٹ)

اس وصیت پر کیا اعتراض ہے؟ اس کا کوئی تذکرہ نہیں دراصل یہ نامھی کا کرشمہ ہے، دین نام ہے اسلامی عقائد کا، امام احمد رضا بریلوی نے اپنی کتابوں میں جن عقائد کا بیان کیا ہے وہ وہی عقائد ہیں جو چودہ سو سال سے امت مسلمہ کے چلے آ رہے ہیں، ان اسلامی عقائد پر قائم رہنا بہر حال ضروری ہے، جبر و اکراہ کی صورت میں بھی تصدیقِ قلبی کا برقرار رہنا ضروری ہے شریعت عملی احکام کو کہتے ہیں جن پر بقدرِ طاقت عمل کیا جائے گا (يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا (اَوْ سَعِيًا) الْبَقْرَةَ (البقرہ، النبیہ))  
 (۴) اُمیہ تحریرات (نقل کفر نباشد)

خدا ناچتا نخرکتا ہے۔ (مفصلٹ)

معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی بصیرت کی طرح بصارت بھی زائل ہو چکی ہے ورنہ اسناٹا جھوٹ نہ بولتے۔ امام احمد رضا بریلوی نے جو عقیدہ نقل کیا ہے وہ ان کے ذمہ لگا دیا گیا ہے، انہوں نے فرمایا: ”وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے“







سائقہ گننے کے قابل ہے۔۔۔۔۔ ایسے کو جس کا ہکنا، بھولنا،  
 سونا، اُونگھنا، غافل رہنا، ظالم ہونا حتیٰ کہ مرجانا سب کچھ ممکن ہے  
 ۔۔۔۔۔ یہ ہے وہابیہ کا خدا، کیا خدا ایسا ہوتا ہے؟“

(فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ فیصل آباد، ج ۱، ص ۷۹)

غور کیجئے کہ اس عبارت کا نہ تو ابتدائی حصہ نقل کیا نہ آخری بلکہ درمیان  
 سے عبارت نقل کر دی ہے، پھر ہر ایک وصف پر نمبر بھی لگا ہوا تھا اُسے بھی  
 نقل نہیں کیا، کیوں؟ اس لئے کہ پوری عبارت نقل کر دیتے تو خیانت فوراً  
 کھل جاتی، اتنی دیدہ دلیری تو کبھی دیکھی نہ سنی۔

چھ لادوست دزدے کر بجٹ چسراغ دار

(۵) حضور اصدیق علیہ السلام کے بعد رسالت کا دروازہ کھلا ہے،

اعلیٰ حضرت نے حال کن بخشش حصہ دوم ص ۷۲ پر فرمایا:

انجام فے آغاز رسالت باشد این گوہم تابع عبد القادر

(ترجمہ) حضرت شیخ عبدالقادر کے بعد پھر سے رسالت کا آغاز ہوگا اور وہ نیا رسول  
 بھی حضرت شیخ جیلانی کا تابع ہوگا۔ (پمفلٹ)

مشہور مقولہ ہے کہ من لم یعرف الفقه فقد صنف فیہ

”جسے فقہ آتی ہی نہیں وہ فقہ کی کتاب کا مصنف بن بیٹھا“ اللہ تعالیٰ کی قدرت  
 کہ جن لوگوں میں امام احمد رضا بریلوی کا کلام سمجھنے کی لیاقت ہی نہیں وہ بھی اُن پر  
 نکتہ چینی اور طعن و تشنیع ضروری خیال کرتے ہیں۔

دراصل مذکورہ شعر ایک رباعی کا حصہ ہے جو دو شعروں پر مشتمل ہے اس کا

دوسرا شعر نقل کیا گیا ہے پہلا کیوں چھوڑ دیا؟ اس لئے کہ دوسرے شعر کا من گھڑت  
 مطلب بیان کر دیا پہلے شعر کا مطلب پتہ ہی نہ پڑا، مکمل رباعی یہ ہے۔



بر وحدت اور رباعی عبد القادر      یک شامہ و دو سابع عبد القادر  
 انجام دے آغاز رسالت باشد      ایک گو ہم تابع عبد القادر  
 (حدائق بخشش مدینہ پیشنگ کمپنی، کراچی، ج ۲، ص ۴۲)  
 اس رباعی میں حضرت محبوب جانی شیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 کے نام نامی عبد القادر کے لطائف کی طرف اشارہ ہے جس کا چوتھا اور ساتواں  
 حرف الف ہے اور آخری حرف راء ہے، اسی حرف کے انجام سے تعبیر کیا ہے۔  
 (ترجمہ رباعی)، ۱۱، اللہ تعالیٰ کی وحدت پر ایک شامہ عبد القادر کا چوتھا حرف  
 (الف) اور دوسرا شامہ ساتواں حرف (الف) ہے۔

(۲۱) اس نام مبارک کا آخری حرف (راء) لفظ رسالت کا پہلا حرف ہے یہ  
 کہو کہ یہ نکات عبد القادر (نام) کے تابع ہیں (اور اس کے استفادہ میں)  
 یوں بھی یہ حقیقت ہے کہ مقام ولایت کی جہاں انتہا ہے وہاں سے مقام نبوت و  
 رسالت کی ابتداء ہے پسح ہے کہ ع

چوں ندیدند حقیقت رو افسانہ زدند  
 نبوت کا کھلا ہوا دروازہ دیکھنا ہو تو تھذیرا لکس کا مطالعہ کیجئے جس کی ایک  
 عبارت اس سے پہلے گزر چکی ہے۔

### عادت بنائے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے مشہور زمانہ ترجمہ

قرآن کنزالایمان سے

روزانہ کچھ حصہ پڑھنے کی عادت بنائیے



⑥ انبیاء علیہم السلام مزارات میں عورتوں سے صحبت کرتے ہیں۔  
 انبیاء علیہم السلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے  
 ساتھ شب باشی فرماتے ہیں (نمود باشد اس سے بڑی گستاخی اور کیا ہوگی) (مفلح)  
 (ملفوظات حصہ سوم ص ۲۷۲، حامد اینڈ کمپنی اردو بازار، لاہور)

اس جگہ چند امور قابل توجہ ہیں۔

۱۔ علم مناظرہ کا قاعدہ ہے کہ نقل کرنے والا کسی بات کا ذمہ دار نہیں ہوتا، اس سے  
 صرف اتنا مطالبہ کیا جاسکتا ہے کہ اس کا حوالہ اور ثبوت کیا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی نے  
 اپنے طور پر یہ بات نہیں کہی بلکہ حضرت علامہ محمد عبدالہاقی زرقانی شارح مواہب لدنیہ  
 سے نقل کی ہے اور علامہ زرقانی نے یہ بات علامہ ابن عقیل حنبلی سے نقل کی ہے، ملاحظہ  
 شرح مواہب لدنیہ للزرقانی (مطبوعہ مصر ۱۲۹۲ھ) ج ۶ ص ۱۹۶، اس ثبوت کے بعد  
 امام احمد رضا بریلوی پر کسی قسم کی ذمہ داری نہیں رہتی۔

۲۔ یہ کہنا کہ "انبیاء علیہم السلام مزارات میں عورتوں سے صحبت کرتے ہیں" خود ساختہ  
 عبارت ہے، اسے امام احمد رضا بریلوی کی طرف منسوب کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے،  
 انہوں نے جو کچھ نقل کیا ہے ازواج مطہرات کی نسبت ہے، مطلقاً عورتوں کے بارے  
 میں نہیں ہے، نیز انہوں نے ہرگز نقل نہیں کیا کہ "عورتوں سے صحبت کرتے ہیں"  
 ان کا بیان ہے کہ "وہ ان سے شب باشی کرتے ہیں" اور شب باشی کا معنی رات  
 گزارنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب، عبد الماجد دریابادی کے نام ایک مکتوب



میں ایک سے زائد بیویوں کے حقوق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-  
 "صرف دو چیزوں میں عدل واجب ہے۔۔۔۔۔ ایک شب باشی  
 اس میں اختیار ہے کہ مناجعت (ایک جگہ لیٹنا) ہو یا نہ ہو، مباحضت  
 (عمل زوجیت) ہو یا نہ ہو، دوسری چیز الفراق :-"

(حکیم الامت: عبدالماجد دریا بادی ص ۱۷۴)  
 اس عبارت نے یہ بات صاف کر دی کہ شب باشی کا معنی ایک جگہ  
 پر رات گزارنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور اس کے لئے عمل زوجیت ضروری نہیں۔  
 حدیث شریف میں ہے :-

وَأَيُّكُمْ مَثَلِي إِلَى آيَةٍ يُطْعِمُنِي يَتَى وَيَتَعَفِينِي

اسلم شریف عربی، مطبع رشیدیہ، دہلی ج ۱ ص ۳۵۱

"تم میں سے میری مثل کون ہے؟ میری رات گزارتا ہوں میرا رب مجھے کھانا پلاتا ہے۔"

۲۔ حیات انبیاء علیہم السلام بعد از وصال کا مسئلہ علماء دیوبند کے نزدیک بھی مسلم  
 ہے، المہند جس پر دیوبندی مکتب فکر کے چوبیس بڑے بڑے علماء کے دستخط ہیں  
 اس میں لکھتے ہیں :-

"ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے  
 بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت اور تمام  
 انبیاء علیہم السلام اور شہدار کے ساتھ۔۔۔۔۔ برزخی نہیں ہے جو ہل  
 ہے تمام مسلمانوں کیلئے سب آدمیوں کو"

(المہند: کتبائے رحیمیہ، دیوبند، ص ۱۳)

غور کیجئے جب انبیاء کرام علیہم السلام دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں اور  
 دنیاوی زندگی میں اہمات المؤمنین سے ملاقات فرماتے رہے اور جنت میں بھی



طلاقات فرمائیں گے تو اگر ابنِ عقیل ضلی نے عالم برزخ میں طلاقات کا ذکر کر دیا تو اس میں گستاخی کا کونسا پہلو ہے جب کہ عالم برزخ میں بھی آپ کی زندگی دنیا کی سی ہے۔  
۱۴ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے سوانح نگار عزیز الحسن اشرف السوانح میں تھانوی صاحب کے پردادا محمد فرید صاحب کی ڈاکوؤں سے مقابلہ کرتے ہوئے وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا، شب کے وقت اپنے گھر میں زندہ تشریف لائے اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لا کر دی اور فرمایا اگر تم کسی سے خطاب نہ کرو گی تو اس طرح سے روز آیا کریں گے لیکن ان کے گھر کے لوگوں کو اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہ کریں اس لئے خطاب نہ دیا اور آپ تشریف نہیں لائے، یہ واقعہ خاندان میں مشہور ہے۔“

اشرف السوانح، مکتبہ اشرفیہ، دہلی، ۱۷، ص ۱۲

تھانوی صاحب کے پردادا کی یہ کرامت اور یہ تصرف کہ انہوں نے وفات کے بعد عالم برزخ سے عالم دنیا کا قافلہ ملے کر کے نہ صرف اپنی بیوی سے طاقات کی بلکہ اسے مٹھائی بھی کھلائی، پھر یہ خواب کا معاملہ نہیں بلکہ حقیقی جاگتی آنکھوں کے سامنے کا واقعہ ہے، یہ تو مرتب سلیم، مگر انبیاء کرام کی عالم برزخ ہی میں ازواج مطہرات سے طاقات قابل تسلیم نہیں ہے بلکہ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے :-  
”نحوہ بالشد! اس سے بڑی گستاخی اور کیا ہوگی۔“

تو یہ تھانوی صاحب کے پردادا کی اپنی بیوی سے طاقات کا تذکرہ تو اور بھی بڑی گستاخی ہو گی کیونکہ ان کے لئے ایک جہان سے دوسرے جہان میں اگر طاقات ثابت کی جا رہی ہے، پھر اشرف السوانح کے مرتب کو یہ الزام کیوں نہیں دیا جاتا کہ اس نے اتنی بڑی گستاخی کیوں کی؟



⑤ حضور شکاری کے روپ میں آئے تھے،

احمد یار خاں نے جابر الحقؒ پر لکھا ہے، حضور نے فرمایا، میں تمہاری طرف سے ہوں یعنی بشر ہوں، شکاری جانوروں کی کسی آواز نکال کر شکار کرتا ہے، اس سے کفار کو اپنی طرف مائل کرنا ہے۔ (میفٹ)

جناب مفتی صاحب یہ بیان فرما رہے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تدرجاً کعبہ کے نور و کتاب میں ہیں (الآیۃ) میں نور کا مصداق میں محبوب رب العالمین میں امام الانبیاء والمرسلین میں اس عظمت و جلالت کے باوجود فرماتے ہیں اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (الآیۃ) اس میں حکمت یہ تھی کہ کفار اور مشرکین کو اپنی طرف مائل کرنا مقصود تھا تا کہ وہ قریب آئیں اور دولت ایمان سے مشرف ہوں۔

حضرت رومی فرماتے ہیں سے  
 ذال سبب فرمود وجود را مشکم تا بگرد آید و کم گردند گم  
 اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے ایک مثال بیان کی کہ شکاری جانوروں کی کسی آواز نکالتا ہے، اس سے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ شکار قریب آجائے، مثال کے بیان سے مقصد کسی بات کو عام فہم انداز میں بیان کرنا مقصود ہوتا ہے یہ مطلب پیر گز نہیں ہوتا کہ جس چیز کے لئے مثال دی جا رہی ہے مثال اس کا عین ہے اور ہو بہو اس پر صادق آتی ہے مفتی صاحب کا مقصد صرف اس حقیقت کو مثال سے واضح کرنا ہے کہ کسی کو قریب کرنے کے لئے اس جیسی آواز نکالی جاتی ہے۔ انہوں نے حضور نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے شکاری کا لفظ قطعاً استعمال نہیں کیا۔

شاید بعض لوگوں کو یہ مطلب سمجھ نہ آئے اس لئے ایک مثال کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایک دفعہ کسی نے مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب سے وعظ کہنے کی درخواست کی اور اصرار کیا اس کے جواب میں انہوں نے کہا :-



”و عظم ہم لوگوں کا کام نہیں اور نہ ہمارا وعظ کچھ مؤثر ہو سکتا ہے  
 وعظ کا کام تقاضا مولانا اسماعیل صاحب شہید کا اور انہی کا وعظ مؤثر  
 بھی تھا۔ دیکھو اگر کسی کو پافانہ پیشاب کی حاجت ہو تو اس کے قلب  
 میں اس وقت تک بے چینی رہتی ہے جب تک وہ ان سے فراغت  
 حاصل نہ کر لے اور اگر وہ کسی سے باتوں میں بھی مشغول ہوتا ہے یا  
 کسی ضروری کام میں لگا ہوتا ہے تو اس وقت بھی اس کے قلب  
 میں پافانہ پیشاب ہی کا تقاضا ہوتا ہے اور طبیعت اس کی اس طرف  
 متوجہ ہوتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ جلد سے جلد اس کام سے فراغت  
 پا کر قضاے حاجت کے لئے جاؤں۔

سو واعظ کی اہلیت وعظ اور اس کے وعظ کی تاثیر کے لئے  
 کم از کم اتنا تقاضائے ہدایت تو ضرور ہونا چاہئے جتنا کہ پافانہ پیشاب کا  
 اگر اتنا بھی نہ ہو تو واعظ وعظ کا اہل ہے اور نہ اس کا وعظ مؤثر ہو سکتا  
 ہے۔ ہم لوگوں کے قلوب میں ہدایت کا اتنا تقاضا بھی نہیں جتنا کہ پافانہ  
 پیشاب کا اس لئے نہ ہم وعظ کے اہل ہیں اور نہ ہمارا وعظ مؤثر ہو سکتا ہے۔  
 ہاں یہ تقاضا مولوی اسماعیل صاحب کے دل میں پورے طور پر موجود تھا  
 اور جب تک وہ ہدایت نہ کر لیتے تھے ان کو چین نہ آتا تھا۔“

(اراج ثلاثہ حکایات اولیاء دارالاشاعت کراچی ۱۳۵۲ء)

اب اگر کوئی ستم ظریف یہ کہے کہ نانو تو ہی صاحب نے دہلوی صاحب کے وعظ  
 فرمانے کو قضاے حاجت قرار دیا ہے تو کیا کوئی دیوبندی اسے تسلیم کر لے گا؟ مقصد صرف یہ  
 واضح کرنا ہے کہ مثال کو بعینہً مثل لے جس کی مثال دی گئی ہے ہر چہاں کرنا صحیح نہیں ہے۔  
 (۸) حضرت عائشہ کی شان میں بدترین گستاخی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کرتے ہوئے احمد رضا خاں صاحب



حدائق بخشش حصہ سوم مش ۳ پر نظر انداز ہیں۔

تنگ چست ان کا لباس اور وہ جو بن کا امبار  
سکی جاتی ہے قب سے کمرنگ لیکن  
یہ پھٹا پڑتا ہے جو بن میرے دل کی صورت  
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر

توبہ، نعوذ باللہ یہ گستاخ عاشق کہلاتے ہیں خدا را غور کریں۔ (پینٹ)

ناظرین کرام! اس پر ایک لطیف سن لیں۔ ایک شخص کے سر پر شاعری کا بھروسہ ہوا  
تو اس نے یہ لاجواب شعر کہا:

چرخ خوش گفت سعدی در زلیخا

کہ عشق نمود اول و لے افتاد شکھا!

اسے یہ فکر نہیں تھی کہ دونوں مصرعوں کا وزن بھی صحیح ہوا ہے یا نہیں اور یہ تو اسے خبر  
ہی نہ تھی کہ زلیخا مولانا جامی کی تصنیف ہے اور دوسرا مصرعہ حافظ شیرازی کا ہے۔ اس نے  
یہ دونوں چیزیں شیخ سعدی کے کہاتے میں ڈال دیں اور اس پر خوش کہ شاعر شرع گیا۔  
بس یہی حال معترضین کا ہے، انہیں یہ علم ہی نہیں کہ حدائق بخشش حصہ سوم امام احمد رضا بریلوی

کی تصنیف یا ترتیب نہیں اور نہ ہی ان کی زندگی میں شائع ہوا، یہ حصہ مولانا محبوب علیاں  
نے ترتیب دیا اور امام احمد رضا بریلوی کے وصال کے دو سال بعد شائع کیا۔ مولانا  
محبوب علی خاں نے ابتدائیہ کے مشا پر ۲۹ دی الحجۃ الحرام ۱۳۴۲ھ کی تاریخ درج  
کی ہے جب کہ اعلیٰ حضرت کا وصال ۱۳۴۰ھ ماہ صفر میں ہو چکا تھا۔

مولانا محبوب علی خاں صاحب کے تیسرے حصہ کی ترتیب و اشاعت میں واضح طور پر  
چند فروگذاشتیں ہوئیں۔

(۱) انہوں نے اس حصہ کا نام حدائق بخشش حصہ سوم رکھا، صرف یہی نہیں بلکہ ٹائٹل پر  
۱۳۲۵ھ کا سن بھی درج کر دیا حالانکہ حدائق بخشش صرف پہلے اصل دو حصوں کا تاریخی نام تھا



جہ ۱۳۲۵ء میں شائع ہوئے، تیسرا حصہ تو ۱۳۴۲ء بلکہ اس کے بھی بعد شائع ہوا۔  
 (۲۱) انہوں نے مسودہ مابعد کسٹیم پریس مابعد کے سپرد کر دیا، پریس والوں نے خود ہی کتابت  
 کروائی اور خود ہی چھاپ دیا، مولانا نے اس کے پروف بھی نہیں پڑھے، کاتب نے اسے  
 پاناوالہ سسٹہ چند اشعار جو بالکل الگ تھے، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہا کی شان میں کہے گئے اشعار کے ساتھ ملا کر لکھ دئے۔

ان غلطیوں کا خیا زہ انہیں یوں بھگتنا پڑا کہ خطیب مشرق مولانا شاق احمد  
 غلامی نے بمبئی کے ایک ہفت روزہ میں ایک مراسلہ شائع کروایا اور مولانا  
 محبوب علی خاں کو اس غلطی کی طرف متوجہ کیا۔

دوسری طرف دیوبندی مکتب فکر کی طرف سے شد و مد کے ساتھ یہ ہم چلائی  
 گئی کہ مولانا محبوب علی خاں نے حضرت ام المومنین کی شان میں گستاخی کی ہے اس لئے  
 انہیں بمبئی کی جامع مسجد سے بھرف کیا جائے۔

ادھر مولانا محبوب علی خاں کی صاف دلی اور پاک نفسی دیکھتے کہ جو کچھ ہوا اس  
 میں ان کے قصد و ارادہ کا کوئی دخل نہ تھا، تمام تر غلطی کاتب اور پریس والوں کی  
 تھی اس کے باوجود انہوں نے ربالہ سنہ ۱۳۴۲ اور روزنامہ انقلاب میں اپنا  
 توبہ نامہ چھپوایا اور بارہا زبانی توبہ بھی کی، اعلان توبہ ملاحظہ ہو:-

”عدالت بخش احمد سوم ۲۸ و ۲۹ میں ہے ترقیبی سے اشعار شائع ہو گئے  
 تھے، اس غلطی سے بارہا فقیر اپنی توبہ شائع کر چکا ہے۔ خدا اور رسول جل جلالہ  
 و صلوات اللہ علیہ علی آلہ وسلم کی توبہ قبول فرمائیں، آمین ثم آمین اور سنی  
 مسلمان بھائی خدا اور رسول کے لئے معاف فرمائیں، جل جلالہ و صلوات اللہ  
 تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم۔“

(فیصلہ شریعہ قرآنیہ ۳۲-۳۱)

اس تفصیل سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ امام احمد رضا



خاں بریلوی پر گستاخی کا الزام کسی طرح بھی درست نہیں بلکہ یہ سراسر بہتان ہے۔ اس حقیقت پر اس سے بڑی شہادت اور کیا ہوگی کہ تیسرا حصہ چھپنے کے بعد مخالفت کیمپ کی طرف سے تمام تراعات و اعتراضات کی بوجھاڑ مولانا محبوب علی خاں پر تھی جو تیسرے حصہ کے مرتب تھے۔ کسی ایک دیوبندی عالم نے بھی گستاخی کا الزام اعلیٰ حضرت پر نہ لگایا لہذا کہنے دیجئے کہ آج اعلیٰ حضرت پر گستاخی کا الزام لگانے والا فتنہ پیور اور افتراء پرواز ہے۔ تفصیل کے لئے دیجئے فیصلہ مقدمہ مطبوعہ مرکزی مجلس اہل ہند۔

در اصل اعلیٰ حضرت بریلوی نے صراطِ مستقیم، تقویۃ الایمان، تحذیر الناس عن حفظ الایمان اور براہین قاطعہ وغیرہ کتب کی گستاخانہ عبارات کا جو سخت محاکمہ کیا تھا ان عبارات سے توبہ کرنے کی بجائے جو ایسا کارروائی کے طور پر ان کے خلاف گستاخ ہونے کا بے بنیاد پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔

صراطِ مستقیم میں صاف لکھ دیا کہ :

”اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت کا ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بُرا ہے۔“

محمد اسماعیل دہلوی، صراطِ مستقیم اردو مطبوعہ کراچی ص ۱۳۱

حفظ الایمان میں یہاں تک لکھ دیا :-

”پھر آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافتِ طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر مسمیٰ و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے حاصل ہے۔“

محمد شرف علی نقانوی، حفظ الایمان، مکتب خانہ انوارِ دیوبند (مش)



براہین قاطعہ میں ہے :-

"الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال  
دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل  
نفس قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا  
حصہ ہے، شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نفس سے ثابت  
ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نفس قطعی ہے کہ جس سے  
تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔"

(براہین قاطعہ، کتب خانہ امدادیہ، دیوبند، ص ۵۵)

یہ اور اس قسم کی دیگر عبارات پر امام احمد رضا بریلوی نے گرفت  
کی اور رجوع اور توبہ کا مطالبہ کیا، یہی وہ حیرم تھا جس کی بنا پر آئے دن  
ان پر بے بنیاد الزام لگائے جاتے ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو دعوتِ فخر  
ترتیب مولانا الحاج محمد فشا تابش قصوری جس میں اصل کتابوں کے صفحات کی عکس  
دئے گئے ہیں۔

اب ذرا دل تمام کر ختم میرت سے درج ذیل اقتباس ملاحظہ فرمائیں  
تھانوی صاحب اپنے ایک مکتوب المخطوب المذیبہ میں لکھتے ہیں :-  
"ایک ذاکر صالح کو مکشوف ہوا کہ احقر کے گھر حضرت عائشہ

آئے والی ہیں، میرا ذہن معاً اس طرف منتقل ہوا کہ کم سن بیوی  
میں کی، اس مناسبت سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ  
رضی اللہ عنہا سے جب نکاح کیا تھا تو حضور کا سن شریف پچاس  
سے زیادہ تھا اور حضرت عائشہ بہت کم عمر تھیں وہی قصہ یہاں ہے۔"  
(محمد اشرف علی تھانوی، المخطوب المذیبہ، ص ۵۱)

یہ خواب تھانوی صاحب کی دوسری بیوی کی آمد سے پہلے کا ہے جو



ان کی شاگرد بھی تھیں، ان کی آمد کے بعد کا خواب بھی ملاحظہ کیجئے، تقالوی صاحب کے انتہائی عقیدت مند عبد الماحد دریابادی ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :-

"پرموں شب گھر میں ایک عجیب خواب دیکھا، دیکھا کہ مدینہ منورہ کی مسجد قبا میں حاضر ہیں، وہیں جناب (تقالوی صاحب) کی چھوٹی بیوی صاحبہ بھی ہیں۔ یہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئیں انہوں نے دریافت فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر دیکھو گی؟ انہوں نے بڑے اشتیاق کے ساتھ کہا ضرور! اتنے میں کسی نے کہا کہ یہ تو عائشہ صدیقہ ہیں، اب یہ بڑے غور سے انکی طرف دیکھ رہی ہیں کہ صورت شکل، وضع و لباس چھوٹی بیوی صاحبہ کا ہے، یہ حضرت صدیقہ کیسے ہو گئیں؟ اتنے میں پھر کسی نے کہا انہیں یہ حضور کی بہو ہیں۔ اب یہ اپنے دل میں اور بھی حیرت کر رہی ہیں کہ حضور کے تو کوئی صاحبزادہ ہی نہ تھے تو بہو کیسی؟ اتنے میں پھر آواز آئی کہ ہر کلہ گو حضور کی اولاد ہے اور مولانا اثرت علی چیمے بزرگ تو خاص الخاص اولاد حضور ہیں، ان کی بیوی حضور کی بہو کہلا جائی گی۔"

(عبد الماحد دریابادی: حکیم الامت ایم سن ۱۳۸۰ھ، ص ۵۴۸-۹)

تقالوی صاحب اس مکتوب کے جواب میں لکھتے ہیں :-

"کسی کا حضرت عائشہ کہنا اشارہ ہے دراشت فی لبس الاوت

(ایضاً ص ۵۴۹)

(الاوصاف) کی طرف۔"

ان دو خوابوں کے ساتھ ساتھ ایک تیسرا خواب بھی پیش نظر ہے



میں کا ذکر اس سے پہلے کیا جا چکا ہے کہ تقانونی صاحب کا ایک مرید تقانونی صاحب کا کلمہ پڑھتا ہے، تقانونی صاحب پر براہ راست درود بھیجتا ہے اور تقانونی صاحب اسے کہتے ہیں :-

”اس میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بوجہ تقالے قبیح سنت ہے :-“

(الامداد صفر ۳۲۶ حصہ ۱ ص ۳۵)

اب ذرا ایک لمحہ کے لئے رک کر خوابوں کے اس تسلسل پر غور کیجئے کہ پہلی خواب میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آمد کی خبر سے تقانونی صاحب کا ذہن فوراً دوسری بیوی کی طرف جاتا ہے دوسرے خواب دوسری بیوی کو عائشہ صدیقہ کہا گیا پھر مرید، تقانونی صاحب کا کلمہ پڑھتا ہے، آخر یہ کس منزل کی طرف پیش قدمی ہے؟ اور ایسی خوابوں کا شائع کرنا اور ان پر مہر تصدیق ثبت کرنا کیا حضرت ام المؤمنین کی شان میں گستاخی نہیں ہے؟ اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی یوں سرزنش فرماتے ہیں :-

واقعہ ڈھالیں ماں کا آنا      زن کا ذہن لڑاتے یہ ہیں

جن پر لاکھوں مائیں تصدق      تعبیر ان کی بناتے یہ ہیں

وہ تو مسلمانوں کی ماں ہیں      کب اسلام رکھتے یہ ہیں

(الاستعداد، مکتبہ نبویہ، لاہور ص ۸۵)

### علم کے خزینے

جامع الحق :- عقائد اہلسنت والجماعت پر جامع اور مدلل کتاب  
مفت احمد رضا خاں

مقالات کاظمی { عقائد، اعمال، معاملات اور فنون پر غزالی دوراں  
مصنف  
علامہ سید ابوالحسن علی دہلوی کے فکر انگیز اور جامع کمالات کا مجموعہ -



(۱۲) اعلیٰ حضرت کو دیکھ کر صحابہ کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔

مولانا کے زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا ہے کہ ان کو دیکھ کر صحابہ کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔

(وصایا بریلوی، تہ تیغ حسنین رضا ص ۲۵)

علماء اہل سنت معصوم نہیں کہ ان سے غلطی کا صدور ہی نہ ہو سکے اس کے ساتھ ہی ان کا خاصہ ہے کہ جب انہیں آگاہ کیا گیا تو انہوں نے توبہ اور رجوع کرنے میں عار محسوس نہیں کی بلکہ اپنی عاقبت سنوارنے کے لئے اعلانیہ توبہ سے بھی گریز نہیں کیا جب کہ دیوبندی مکتب فکر کے علماء ہمیشہ اسے اپنی انا کا سلسلہ بنایا اور توبہ سے گریز کیا۔

مداثر بخشش حصہ سوم کے مرتب مولانا محبوب علی خاں کی توبہ گزشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے۔ وصایا شریفیہ کے مرتب مولانا حسنین رضا خاں کا بیان ملاحظہ ہو جو قہر خد اوندی، مطبعہ بمبئی ۱۳۵۵ھ اور ضمیر ایمان افروز وصایا میں چھپ چکا ہے، انہوں نے فرمایا :-

"اس مضمون کا عنوان بیان غلط شائع ہو گیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ کاتب ایک دہائی تھا اس کی وہابیت ظاہر ہونے پر اس کو نکال دیا گیا اور اہم کاموں میں میری مصروفیت و مشغولیت کے سبب یہ رسالہ بغیر تصحیح کے شائع ہو گیا۔"



اصل عبارت پختی :-

” زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباع سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت کا لطف آگیا یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زہد و تقویٰ کا مکمل نمونہ اور مظہر تھے۔“

اس عبارت کو وہابی کاتب نے تحریف کر کے لکھ ڈالا مگر چونکہ میری غفلت دہے تو بھی اس میں شامل ہے اس لئے میں مخالفوں کا احسان مانتے ہوئے کہ انہوں نے اس عبارت پر مجھے مطلع کر دیا، (حدوث و سبب خیر اگر خدا خواہد) اپنی غفلت سے توبہ کرتا ہوں اور سنی مسلمانوں کو اعلان کرتا ہوں کہ وصایا شریف کے ۲۵ میں اس عبارت کو کٹ کر عبارت مذکورہ بالا لکھیں، طبع آئندہ میں انشاء اللہ اس کی تصحیح کر دی جائیگی۔

(وصایا شریف مع منیر، مولانا یحییٰ انصاری عظمیٰ، مکتبہ اشرفیہ مرہیک، ۲۵)

مخالفین اس کے باوجود بار بار اس عبارت کا حوالہ دے رہے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نہ تو خود اپنی کوتاہیوں پر توبہ کرنا چاہتے ہیں اور نہ ہی کسی کو توبہ کرتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں، گویا ان کے نزدیک سورج مغرب سے طلوع ہو چکا ہے اور توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہے، نعوذ باللہ من ذلک۔

(۱۳) اعلیٰ حضرت نے صدیق اکبر کی شان پائی۔

شاہ احمد نورانی محکمے والد صاحب نے اعلیٰ حضرت کی تعریف کرتے ہوئے

فرمایا، سوانح اعلیٰ حضرت ۱۳۸۵ء :



میں ہے شانِ صدیقی تہا سے صدق و تقویٰ سے  
 کہوں کیوں کر نہ اتنی جیب کہ خیرِ الاقربا تم ہو  
 (پفلٹ)

اس شعر کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہیں کہ امام احمد رضا بریلوی صدق و  
 تقویٰ میں شانِ صدیقی کے منظر میں یہ سراسر غلط بیانی ہے کہ اعلیٰ حضرت نے صدیقی اکبر  
 کی شان پائی۔

محمد جعفر تھانیسری، سید احمد بریلوی کے دو غلیفوں مولوی عبدالحی صاحب  
 اور مولوی اسماعیل حلوی صاحب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

" یہ دونوں بزرگ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی  
 اللہ عنہما کی مانند آپ کے یارِ غار اور جانشین تھے "

(حیات سید احمد شہید، انجمن اکیڈمی، کراچی، ۱۹۵۰ء)

دونوں بزرگ تو شیخینِ کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مانند ہوئے، خود  
 سید صاحب کس کی مانند ہوئے، خود ہی سوچ لیں۔

یہی تھانیسری صاحب، سید صاحب کی شان میں ایک قصیدہ نقل کرتے  
 ہیں جس میں یہ اشعار بھی ہیں :-

صدق میں ثانیِ اثنین کی مانند قوی  
 جد اور جہد میں اسلام کے ثانیِ عمر  
 شرم میں حضرت عثمان سا جوں بکر جیا  
 اور صف جنگ میں ہم طرز علی صفدر

(حوالہ مذکورہ، ص ۱۶۳)

کہہ دیجئے کہ ان اشعار کا مطلب یہ ہے کہ سید صاحب نے خلفائے راشدین کی شان پائی ہے۔



مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کی وفات پر مولوی محمد حسن صاحب کا  
مرثیہ پڑھے، صاف معلوم ہو جائے گا کہ مبالغہ اور غلو مذموم کے مراتب کس طرح ملے  
کئے گئے ہیں، چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا

اس سبجائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

(مرثیہ، مطبع ہلالی ساڈھورہ، ص ۱۳۳)

انصاف سے بتائیے کہ کیا یہ کلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چیلنج

نہیں ہے؟

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں

عبید مود کا ان کے لقب ہے یوسف ثانی (ص ۱۱)

جس کے کالے کلوٹے غلاموں کا لقب یوسف ثانی ہو اس کے گورے

چٹے غلاموں اور خود اس کا کیا مقام ہوگا؟ کیا یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی بارگاہ

میں گستاخی نہیں ہے؟

متمنی ہی گر نظیر ہستی محبوب سبجائی

وفات دوسرے عالم کا منتہی آپ کی رحلت

شہادت نے تعجب میں قدم بوسی کی گرستانی

وہ تمہی صدیق اور فائق پھر کسے عجیب ہے

(ص ۱۱)

قسم ہے آپ کو رب ذوالجلال کی! انصاف و دیانت سے بتائیے کہ گنگوہی صاحب

کو صاف لفظوں میں صدیق اور فاروق نہیں کہا گیا؟ جب انسان دین اور دیانت

کو غیر یاد کر دیتا ہے تو اسے دوسرے کی آنکھ کا تینکا نظر آتا ہے، اپنی آنکھ کا شہیر نظر

نہیں آتا۔

ہدایت دیوبند کے مدرس اول مولوی محمد حسن صاحب نے مولوی محمد قاسم نانوتوی



اور مولوی رشید احمد گنگوہی کی شان میں ایک اور قصیدہ لکھا ہے اس کے چند اشعار  
ملاحظہ ہوں جنہیں پڑھ کر ایک مسلمان کا دل لرز اٹھے۔

سامریان زمانہ سے بچ پایا دیں کو میں تو کتا ہوں کہ میں سی عمران دونوں  
(قصیدہ مدحیہ: بلالی پریس ساڈھورہ، ص ۱۷)

قاسم خیر و رشید احمد ذیشان دونوں میں سچائے زمانہ یوسف کنناں دونوں (ص ۱۷)  
دیکھیں کس جرأت اور بے باکی سے دونوں کو موسیٰ عمران میسائے نماں  
اور یوسف کنناں کہا جا رہا ہے، نفوذ باللہ تعالیٰ من ذلک۔

اسی پر بس نہیں یہاں تک کہ دیا ہے  
وہ تناسب کہ تھا ماہین غلیل و غلم

رکتے غیلی سے ہیں ہمدی دوران دونوں (ص ۱۷)

یعنی یہ دونوں ہمدی دوران میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے ہیں اور جو تناسب سیدنا  
ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور قاسم الانبیاء حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھا  
وہی ان دونوں کے درمیان ہے، دل تھام کر بتائیے کہ ان اشعار کو گستاخی کے کس  
درجہ میں قرار دیں گے؟

۱۵-۱۴ آخر میں تجانب اہل سنت اور مسلم لیگ کی زبیں بخیرہ ری کے  
حوالے سے علامہ اقبال اور قائد اعظم کے بارے میں چند عبارات نقل کر کے اپنا دل  
ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی گئی ہے حالانکہ یہ کتابیں چند حضرات کی ذاتی و انفرادی رائے  
پر مبنی ہیں، جو سواد اعظم اہل سنت و جماعت کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے، چند افراد کی  
ذاتی رائے کی ذمہ داری پوری جماعت پر نہیں ڈالی جاسکتی۔  
غزالی زمانہ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ ایک مکتوب تحسیر پر کردہ  
۲۹ اکتوبر ۱۹۸۴ء میں تحریر فرماتے ہیں:-

حضرت علامہ کاظمی ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ بعد افطار و رفقہ وصال فرما گئے



”تجانب اہل ہند کسی غیر معروف شخص کی تصنیف ہے جو ہمارے نزدیک قطعاً قابل اعتماد نہیں ہے لہذا اہل سنت کے مسلمات میں کتاب کو شامل کرنا قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے اور اس کا کوئی حوالہ ہم پر محبت نہیں ہے“ سالہا سال سے یہ وضاحت اہل سنت کی طرف سے ہو چکی ہے کہ ہم اس کے کسی حوالہ کے ذمہ دار نہیں“ (سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ)

یاد رہے کہ یہ بعض حضرات اگر مسلم لیگ کے اختلاف رکھتے تھے تو انہیں کانگریس سے بھی کوئی ہمدردی نہ تھی بلکہ کانگریس کے بھی شدید ترین مخالف تھے اس کے برعکس علماء دیوبند کی اکثریت صرف مسلم لیگ کی مخالف تھی بلکہ کانگریس کی کٹر حامی تھی۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مقدمہ اکابر تحریک پاکستان از جناب سید محمد فاروق قادری اور تحریک پاکستان اور سٹینڈسٹ علماء از چوہدری حبیب احمد اور علامہ اقبال اور پاکستان از جناب راجہ رشید محمود۔

جہاں تک علماء اہل سنت کا تعلق ہے انہوں نے من حیث الجماعت تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہٹا کر کرنے کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دی تھیں اور آل انڈیائی کانفرنس بنارس ۱۹۴۶ء، تحریک پاکستان کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

مولانا جلال الدین قادری

پروفیسر محمد مسعود احمد

محمد صادق قصوری

خطبات آل انڈیائی کانفرنس

تحریک آئی ہند اور السواد الاعظم

اکابر تحریک پاکستان دو جلد



۲۸  
 علماء دیوبند کی کفری اور گستاخانہ عبارات کے فوٹو عکس اصل کتابوں سے  
 اخذ کر کے بطور حوالہ لکھے صفحات پر پیش کئے جاتے ہیں  
 نوٹ : - خط کشیدہ عبارات قابل توجہ ہیں۔

البراهین القاطعہ علی فلاح الامانوار الساطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی۔

اور آدمی مہلت میں ہر عہد ملک الموت موجود ہے اور شگلا میں ہے کہ ملک الموت وقت موت کے سہانے ہوتا ہے موت کے بعد اسی کا فرکے  
میں یہ حدیث حویل ہو اور قاضی شہاب الدین نے مذکرۃ الموتی میں لکھا ہے کہ ملک الموت کو ان منہ ہو اس میں بھی ہے کہ ملک الموت  
رسول اللہ علیہ السلام سے بیان کیا کہ ایسا کوئی گھر نہیں ہے کہ ایک یا دو بیویوں کا جسکی طرف کھڑے ہو تو بعد از موت اور ان دکھاتا جتنا ہوں اور  
ہر چھوٹے بڑے کو ایسا پہنچاتا ہوں کہ وہ خود بھی دیکھے کہ اس قدر کچھ لکھتے ہیں ان احادیث سے معلوم ہو کہ ملک الموت ہر عہد حاضر ہے جس  
ملک الموت علیہ السلام کو ایک فرشتہ مقرر ہے۔ دیکھو شیطان ہر عہد موجود ہے اور انسان کے مسائل نگاہ میں لکھا ہے کہ شیطان اللہ و آدم  
کے ساتھ ان کو رہتا ہے اور اس کا جتنا اور بیوی کے ساتھ رات کو جتنا ہے علامہ شامی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ شیطان تمام  
انسانی امور کے ساتھ رہتا ہے جس کو اللہ نے چاہا بعد اس کے لکھا ہے کہ آدمی کو اللہ عزوجل نے جہاں چاہا ملک الموت علیہ السلام کو لکھا  
یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دیدی ہے جس طرح ملک الموت کو سب عہد موجود ہونے پر قادر کر دیا ہے تو علامہ  
ابو عالمیہ صامیہ میں اس کی مثال سے کہ کوئی آدمی مشرق سے مغرب تک یا وہی دنیا کی کھیر کے جہاں جاوے گا چاند کو موجود  
یا نہ کہ اگر سورج کو بھی یا وہی گا کھیر لگائے کہ ایک یا نہ سب عہد موجود ہے اور ایک سو وقت سب عہد موجود رہتا ہے قاضی  
علیہ السلام کا قریب جاوے گا اس نے چاند کو ہر عہد موجود رکھا حال کہ کچھ یہ ہے کہ وہ مشرک ہے یا کافر یا مسلم یا یہ ہے اس

حضرت خضر کلام اس سے قریب اور قارون سے اور حضرت موسیٰ کو باوجود افضلیت کے سلطان و وہ حضرت خضر منقول کی بار بار اس علم  
مکاشفہ کو سیداد کر سکے ہیں آفتاب و ماہ تاب کو ہم سر بہیت و سحر نور برینا اور ملک الموت اور سلطان کو جو وہ وسعت عظمی  
کا حال مشاہدہ اور خصوص قطعیت صمیم جو اس کی فضیلت میاں کر کے اس سے بھی شش یا ادا اس منقول کو ثابت  
کرنا کسی مافکلی ہی ممکن کا م نہیں ہوں یہ عقائد کے مسائل قیاس کو ثابت جو ثابت ہو جائیں یہ ان ہی قطعیات نفسی  
ثابت ہوتے ہیں کہ غور و اندیشی یہاں مفید نہیں لہذا اس کو ثابت اس وقت قابل ثقات ہو کہ ثقات قطعیات جو اس کو ثابت  
کرتے اور خلاف تمام سنت کے ایک قیاس فاسد سے عقیدہ عقل کا اگر فاسد قرار دیا جائے تو کب قابل ثقات ہو گا و وسعت و قآن و  
حریث سے اس کے خلاف ثابت ہو لیں اس کا خلاف کس طرح قبول ہو سکتا ہے بلکہ سب قول خوف کا مردود ہو گا خود انظر عالم  
عزیز السوم فرماتے ہیں و لعلہ و ادنی ما یصلح فی دہم خضر و الخیر و اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ خضر وہ ایک ہے جس کا اصل علم  
نہیں اور مجلس محاکم کا مسئلہ بھی بحر اربع و غیرہ کتب سے لکھا گیا ہے اگر افضلیت ہی سبب اس کی ہے تو تمام مسلمان اگرچہ حق  
ہوں اور خود مؤلف بھی شیطان سے افضل ہیں تو سوائے سبب افضلیت کے شیطان سے زیادہ نہیں تو اس کی برتری  
علم غیب بزرگ خود ثابت کر دیتے اور مولوں خود اپنے زعمت بہت یا اکمل الایمان ہے کہ شیطان سے خضر و افضل جو اگر اہل علم  
الشیطان ہو گا سوا اللہ مؤلف کے دیکھ کر چل پڑے گی جو تائید اور رنج بھی ہوتا ہے کہ ایسی نالائق بات منہ سے نکالنا کہ عقود  
دور از علم و عقل ہے اخاص جو کہ کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال و دیکھو علم محیط زمین کا خضر عالم کو خلاف خصوص قطعیت  
بہا دل محض قیاس فاسد سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نفس و ثابت  
ہوئی انظر عالم و وسعت علم کی کوئی نفس قطعی ہو جس سے تمام خصوص کو رد کر کے ایک مشرک ثابت کرتا ہے اور خاص کی تعریف تہذیب



کیونکہ خاصیت دلیل جواز نہیں۔ فاقہم ولا تزل والشر علم فقط  
 جواب سوال سوم۔ مطلق غیب سے مراد اطلاقات شرعیہ میں وہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل  
 قائم نہ ہو، وہ اس کے ادراک کے لئے کوئی واسطہ اور سبیل نہ ہو اسی بنا پر لا یعلمون فی الغیب  
 والایمن بالغیب الا اللہ اور لو کنت اعلم الغیب وغیرہ فرمایا گیا ہے اور جو علم  
 بواسطہ ہو اس پر غیب کا اطلاق محتاج قرینہ ہے تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق سو ہم شرک و کفر  
 کی وجہ سے ممنوع و ناجائز ہوگا قرآن مجید میں لفظ راعنا کی ممانعت اور حدیث مسلم میں عبدی  
 و امتی و ربی کہنے سے بھی۔ اسی وجہ سے وارد ہے اس لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر علم  
 الغیب کا اطلاق جائز نہ ہوگا اور اگر ایسی تاویل سے ان الفاظ کا اطلاق جائز ہو تو خالق اور ملاق  
 وغیرہما بتاویل استاد الی السبب بھی اطلاق کرنا ناجائز نہ ہوگا کیونکہ آپ ایجاد اور بقائے عالم کے  
 سبب ہیں بلکہ خدا بمعنی مالک اور معبود بمعنی مطاع کہنا بھی درست ہوگا اور جس طرح آپ پر علم  
 الغیب کا اطلاق اس تاویل خاص سے جائز ہوگا اسی طرح دوسری تاویل سے اس صفت کی نفی  
 حق بل و علا شانہ سے بھی جائز ہوگی یعنی علم غیب بمعنی الثانی بواسطہ، اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت نہیں  
 پس اگر اپنے ذہن میں معنی ثانی کو حاضر کر کے کوئی کہتا پھرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم غیب  
 ہیں اور حق تعالیٰ شانہ عالم غیب ہیں وغیرہ بالشرع، تو کیا اس کلام کو منہ سے نکالنے کی کوئی عقل  
 مقدرین اجازت دینا گو ارا کر سکتا ہے اس بنا پر تو باقوا فقیروں کی تائید یہود و صدائیں بھی خلاف  
 شرع نہ ہوں گی تو شرع کیا ہوا بچوں کا کھیل ہوا کہ جب چاہا بنا لیا جب چاہا مٹا دیا پھر یہ کہ آپ  
 کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جاتا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس  
 غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی ایسا  
 تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر مہی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی  
 حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو  
 چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے پھر اگر زید اس کا التزام کرے کہاں میں سب کو عالم الغیب  
 کہوں گا تو پھر غیب کو مفرد کمالات نہ ہو کیوں شمار کیا جاتا ہے جس امر میں دون بلکہ انسان کی بھی  
 خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبویہ سے کب ہو سکتا ہے اور التزام کیا جاوے تو نبی غیر نبی میں تو  
 فرق بیان کرنا ضرور ہے اور اگر تمام علوم غیبیہ مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ  
 ہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے دلائل نقلیہ بشہاد ہیں خود قرآن مجید میں آپ



مخل نمی شد بلکه آنهم بخلاف کلمات نماز میکرد و زیر آن تدبیر از جمله کلمات حضرت حق در دل ایشان بجزوه غلات  
 کسی که خود توجہ تہذیب امری از امور دنیایہ و نیویہ شود بر هر کمال حقانیت کشف میشود و سید از روی تحقیق کلمات  
 بعضیها حق و بعضی از وسوسہ نا خیال مجامعت و جہ خود بہرست تصرف بہت بسوی شیخ و اشال  
 از عظیم و جلال بسوی دل انسان بچید بخلاف خیال کا و حرکتہ اندر حسپیگی می بود و تعظیم بکبریا  
 و تعظیم بجد و این تعظیم و جلال و کبر و تعظیم و تعظیم میشود بشک یکیشہ بالجلال منظور میان تفاوت ثابت و متلو  
 ہست آنا زمانہ کہ آگاہ شد بچشم مانی از قصہ خسروی حق بنجر و پس بآورد و عرض دین مقام علاج این مخل  
 ہست بر رویہ فہم بر کن ناگس آن سہ پس اگر وسوسہ قبل قیام ترین سادہ و پس خود با بجای تمام مکنہ  
 ہر چند ہر چیز و بعضی الہی ہست لیکن بعضی چیز با سبب ہری چندان دخل ندارد و حصول آن بہر بعض  
 الہی ہست پس از پس قبل ہست این سوسہ و نجات شیخ خود عرض نماید اگر مرشد از دینی اندرین کار  
 است بہر تدبیری مفید تر شاید آگاہ سازد و دعا خواند کہ اگر وسوسہ از عرف نفس از طرف شیطان است و وسوسہ  
 دیگر ہست پس علاج بر آن ہست کہ اگر خلاف عرض ظہر میں آید بعد از فراغ از زمین مسنت رخصت و تنہائی بچہ  
 حیدر یکہ وسوسہ شدہ شایانہ کہ مت بخواہ اگر در تمام رکعات خیالات متدہ بودہ اگر در تمام رکعات خیالات  
 نہانہ بعضی بجنس و خیالی از خیالات گزینیدہ و بعضی آن ملوث بالودگی خیالات گشتہ پس محال ہر رکعات  
 کہ در آن وسوسہ شدہ چہار رکعت متفرقہ نہوہ بحساب آن بجا آید و تذکر نماز محصر بعد مغرب کند و مذکور  
 بعد از علی بن ابی طالب و تلمذ فجر بعد طلوع آفتاب کند تا نفل شمع نشود و چون این کار نفس شاق ہست  
 البتہ از آن باز خواهد آمد و خود باز خواهد ہست چون کہ نفس در کار می آید و شکر الہی بسیار بجا آورد و لذات نفس  
 مکافات آن بترقیہ آرام دادن خویش و بموجب شرح بوی رسانیدن میل آرد و اگر تجدید نظر من آن سبب  
 قبول نفسانی یا شیطانی قصاص شود صبح آن روزہ دارد و اگر روزہ مخفی از مخلات شرعیہ نفس شیطان بودہ  
 کار از تنہا آن شب بیلدی ہمہ شب بآن روزہ پرستہ ہست میاید شیطان چون از آن فرود آید و اوس مشہد  
 نفس را شریک می دمی سازد و مدعی او بر آید و تنہا تا در کتب نفس شیطان ہر روز شکر از باری باند کہ



اور سو گیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ مجھے غلطی ہوئی کلہ شریف کے پڑھنے میں اسکو صحیح پڑھنا چاہئے اس خیال سے دوبارہ کلہ شریف پڑھتا ہوں دل پر توبہ ہے کہ صحیح پڑھا جائے لیکن زبان سے بیجا نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے اشرف علی کل جاتا ہے حالانکہ مجھکو اس بات کا علم ہے کہ اس میں درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلہ نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوتی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور یہی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ میں کلمہ اکر البوجہ اس کے کہ رقت طاری ہو گئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھکو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بکسور بے حسی تھی اور وہ اثر نا طاقتی بکسور تھا لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور کا یہی خیال تھا لیکن حالت بیداری میں کلہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا اندوہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جائے بایں خیال بندہ نیچے گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللہم صل علی سیدنا ونبینا و مولانا اشرف علی حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں آس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سے وحوشات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں کہ انکے عرض کروں۔

جواب اس واقعہ میں غلطی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔ ۲۴ سوال ۱۳۳۵۔

سوال جناب محمد متا مولانا رحمہ فرما دیکھو علیکم السلام درجۃ الشہدہ و برکاتہ۔ مکرمت نامہ وارد ہو کر باعث اعزاز ہوا یہ ناچیز حضرت جید مجد قبلہ عالم دلائلہ العالی کا بڑا نواسہ مولوی

صاحب مہر موم کا لڑکا ہے آپیں مشیہ ضیہ کہ جناب نے ضرور ریات زمانہ کے لحاظ سے دینی خدمت بہت کی ہے اور بہت سے رسائل مفیدہ و نئیات میں ڈھار کوں کو مستفیض فرمایا مگر آپ سے



اب اتنا ہی اقرار کریں بلکہ اس سے بھی بڑا عار انکار میں تو مکذیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کفر ہی تھا اور  
میں تو کچھ اندیشہ ہی نہیں بلکہ سات زمینوں کی جگہ اگر لاکھ دو لاکھ اور نیچے اسی طرح اور زمینیں سیلاب  
تو میں ذمہ کش ہوں کہ انکار سے زیادہ اس اقرار میں کچھ وقعت نہ ہوگی نہ کسی آیت کا تعارض کسی  
حدیث سے معارضہ رہا۔ آخر معلوم اس میں سات سے زیادہ کی نفی نہیں موجب انکار شدہ کو کیا  
یا وجود صحیح ائمہ حدیث یہ جرات ہے تو اقرار اراضی زائدہ از سبع میں تو کچھ ڈر ہی نہیں علاوہ میں  
بر تقدیر خاقیت زمانی انکار اثر مذکور میں مقدمہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کچھ افزائش نہیں ظاہر ہو کہ اگر ایک شہر  
آباد ہوا اور اس کا ایک شخص عالم ہو یا سب میں فضل تو بعد اس کے کہ اس شہر کی برابر دوسرا دوسرا  
ہی شہر آباد کیا جائے اور اس میں بھی ایسا ہی ایک عالم ہو سب میں فضل تو اس شہر کی آبادی  
اور اس کے عالم کی حکومت یا اس کے فرد فضل کی افضلیت سے حکم کیا یا فضل شہر اول کی  
حکومت یا افضلیت میں کچھ کمی نہ آجائے اور اگر وہ صورت تسلیم اور چھ زمینوں کے  
وہاں کے آدم و نوح وغیرہم علیہم السلام یہاں کے آدم و نوح علیہم السلام وغیرہم سے زمانہ  
سابق میں ہوں تو باوجود مماثلت کی بھی آپ کی خاقیت زمانے سے انکار نہ ہو سکے گا جو وہاں  
کے عورتوں کے مساوات میں کچھ حجت کیجئے ہاں اگر خاقیت بسنے انصاف ذاتی تو صفت ہوتی  
لیجئے جیسا اس محمد ان نے عرض کیا ہے تو پھر ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں  
سے مماثل نہ ہو سکتے ہیں کہ اس کے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کی افسر اور خاریجی ہی پر کیا  
افضلیت ثابت نہ ہوگی افراد مقدمہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائیگی بلکہ اگر بالفرض بعد  
زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاقیت محمدی میں کچھ فرق نہ ملے گا چہ جائے کہ  
آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی جو نہ کیا جائے بلکہ  
ثبوت اثر مذکور و نہ ثابت خاقیت ہے محارض و مخالف خاتم النبیین نہیں جو یوں کہا جائے کہ  
یہ اثر شاذ بمعنی مخالفت روایہ ثقات ہے اور اس سے یہ بھی واضح ہو گیا ہو گا کہ حسب درجہم شکل  
اثر اس اثر میں کوئی علت عامہ بھی نہیں جو اسی راہ سے انکار صحت کیجئے کیونکہ اول تو امام  
ربہتی کا اس اثر کی نسبت صحیح کھنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں کوئی علت خاصہ نہ تھی  
چاہے فی الواقعہ نہیں دوسرے شذوذ تھا تو یہی تھا کہ مخالفت جملہ خاتم النبیین سے اور علت تھی  
تبدلی تھی اگر کوئی آیت یا حدیث ایسی ہی ہوتی جس سے سنا کہ کلم زیادہ زمینوں  
کا ہونا یا انبیاء کا کم و بیش ہونا یا نہونا ثابت ہوتا تو کچھ کہہ سکتے تھے کہ وہ شذوذ ذیہ ہے مگر کتب



Noise / Nam



www.nafseislam.com

WWW.NAFSEISLAM.COM